ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.1 (2025)
(January to March)

خلیل جبران کے نثری فن کا اُردو میں ترجمہ: ایک تنقیدی جائزہ

A Critical Analysis of Khalil Gibran's Prose Translation into Urdu

عثمان عبد الناصر عثمان مصطفی

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

اسسٹنٹ لیکچرار، شعبہ اُردو، جامعہ الازہر، قاہرہ، مصر

ڈاکٹر صائمہ ارم

چیئرپرسن، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

Osman Abdelnasser Osman Mostafa
PhD Scholar, Department of Urdu, Government College University, Lahore.
Assistant Lecturer, Department of Urdu, Al-Azhar University, Cairo, Egypt.

Dr. Saima Iram
Chairperson, Department of Urdu, Government College University, Lahore

Abstract:
This study provides a critical analysis of the Urdu translation of Khalil Gibran's prose, examining the challenges associated with literary translation. Gibran's prose is deeply philosophical, poetic, and symbolically rich, making its translation a complex process requiring both linguistic proficiency and cultural sensitivity. The research applies Eugene Nida's Dynamic Equivalence Theory to assess how well the Urdu translation preserves the rhetorical, aesthetic, and cultural essence of the original Arabic text. The paper specifically focuses on the Urdu translation of "Madhja' al-'Arūs" (The Bridal Bed) by Abu al-A'la Chishti, analyzing its accuracy, stylistic fidelity, and the translator's approach to conveying Gibran's unique literary style. Through a comparative analysis of the original Arabic text and its Urdu rendition, the study identifies instances of omission, misinterpretation, and adaptation, highlighting their impact on the translation's effectiveness. The findings emphasize that translating Gibran's prose into Urdu requires more than literal accuracy; it demands a careful balance between linguistic precision and the recreation of the original's poetic and philosophical depth.

Keywords: Khalil Gibran, Literary Translation, Dynamic Equivalence Theory, Arabic, Urdu Translation, Rhetorical and Poetic Prose, Cultural Sensitivity

ادبی ترجمہ ایک ایسی صنف ہے جو تخلیقی ادب کو مختلف ثقافتوں اور زبانوں کے درمیان پل فراہم کرتی ہے، لیکن یہ عمل نہایت پیچیدہ اور گہری فہم و فراست کا متقاضی ہے۔ جبران خلیل جبران، عربی ادب کے ان مایہ ناز مصنفین میں شامل ہیں جنہوں نے فلسفہ، شاعری، اور نثر کو یکجا کر کے ایک منفرد ادبی اسلوب تخلیق کیا۔ ان کی تحریریں نہ صرف بلاغتی اور فکری گہرائی کی حامل ہیں بلکہ ان میں موسیقیت اور ثقافتی علامتیں بھی نمایاں ہیں، جو ان کے ادب کو منفرد بناتی ہیں۔ ادبی نثر کا ترجمہ لفظی و معنوی دشواریوں سے لبریز ہوتا

ہے ۔ اس میں اسلوبی اور فنی پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں۔ خلیل جبران جیسے مصنفین جن کی نثر میں جمالیاتی، علامتی، اور صوتی پہلو شامل ہوتے ہیں، لغوی معانی سے آگے بڑھ کر ثقافتی اور جمالیاتی معانی تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اس تناظر میں، حرکی مساوات کا نظریہ (Dynamic Equivalence Theory) ادبی ترجمے کے مطالعے کے لیے ایک اہم تنقیدی فریم ورک پیش کرتا ہے، جو اس بات پر زور دیتا ہے کہ مترجم ہدفی قارئین پر وہی اثر ڈالے جو اصل متن کے قارئین پر ہوتا ہے۔

"حرکی مساوات"، جو یوجین نائیڈ (۱۹۱۴-۲۰۱۱) Eugene Albert Nida کی تحقیقات میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے، ترجمے کے عمل کا ایک اہم تصور ہے۔ نائیڈا کے مطابق، حرکی مساوات وہ طریقہ کار ہے جس کے ذریعے مترجم متن کے اصل معنی اور اسلوب کو برقرار رکھتے ہوئے ہدفی زبان کے قارئین پر ایسا ہی اثر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ اصل قارئین پر ہوتا ہے۔ نائیڈا کا کہنا ہے کہ ترجمہ محض لغوی الفاظ کا نقل نہیں بلکہ متن کی دوبارہ ترتیب ہے، جو ہدفی زبان کے ثقافتی اور سماجی سیاق سے ہم آہنگ ہو۔ نائیڈا اس تصور کو یوں بیان کرتے ہیں:

> "The relationship between receptor and message should be substantially the same as that which existed between the original messages." (۱)
>
> "قاری اور پیغام کے درمیان مکمل طور پر وہی رشتہ ہونا چاہیے جو پیغام کے اصل قاری اور پیغام کے درمیان موجود تھا"(۲)

ادبی نثر میں بلاغت اور اسلوب کلیدی اہمیت رکھتے ہیں۔ جبران کے نثر میں، چیلنج یہ ہے کہ متن کی اندرونی موسیقیت کو برقرار رکھا جائے، اور استعارات و تشبیہات کو اس طرح پیش کیا جائے کہ وہ اصل متن کی روح کو پیش کریں۔ حرکی مساوات کا نظریہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ان جمالیاتی عناصر کو برقرار رکھا جائے، چاہے اس کے لیے متن کی لسانی ساخت میں ترمیم کی بھی ضرورت ہو۔ خلیل جبران عربی ادبی نثر کے ان نمایاں مصنفین میں شامل ہیں جنہوں نے اپنی تخلیقات کے ذریعے بلیغ زبان، علامتی گہرائی، اور ثقافتی معنی خیزی کو منفرد انداز میں پیش کیا ہے۔ ان کی کہانیوں کو، جدید معنوں میں، عربی ادب میں فن افسانہ نگاری کا بنیاد گزار متن سمجھا جا سکتا ہے۔ مواد کے لحاظ سے، ان کا کام زبان کی بلاغت، علامتوں کی گہرائی، اور مختلف ثقافتوں کے امتزاج کی بابت اہم ہے۔ جبران کی تحریروں میں عربی اور مسیحی ثقافتی عناصر کا امتزاج نمایاں ہے، جس سے ان کی تخلیقات کو ایک منفرد شناخت ملتی ہے۔ لہٰذا، جبران کے نثر کا ترجمہ نہایت دقت، تخلیقی صلاحیت، اور لچک کا تقاضا کرتا ہے تاکہ ان کی تخلیقات کی انفرادیت اور اصل روح کو مکمل طور پر محفوظ رکھا جا سکے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جبران خلیل جبران کا نثری فن عربی افسانہ کی ابتدائی تحریکوں کا ایک اہم نمونہ ہے۔ (۳) جبران ان نمایاں ادیبوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے فلسفہ اور شاعری کو اپنے واقعاتی اسلوب میں یکجا کیا۔ ان کی کہانی "مضجع العروس" جو مجموعہ "الأرواح المتمردة" میں شامل ہے، جذباتی کشمکش اور داخلی تضاد سے بھرپور ہے۔

اس مقالے میں جبران کی مشہور کہانی "مضجع العروس" کے اردو ترجمہ کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ "ابو العلا چشتی" نے "حجلہء عروسی" کے نام سے کیا ہے۔ اس تحقیق میں تجزیاتی طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے، اور اصلی متن اور ترجمے کا تقابلی جائزہ لیا گیا، تاکہ بلاغتی تصاویر، ثقافتی علامتوں، اور صوتیاتی آہنگ کے ترجمے کے ذیل میں مترجم کی کامیابی اور چیلنجز کو جانچا جا سکے۔ علاوہ ازیں مترجم کی جانب سے بعض عبارتوں کی حذف و اضافہ اور متن پر ان کے اثرات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ تحقیق اس بات کی کھوج کرتی ہے کہ جبران کے نثری فن کی ترجمہ میں کامیابی اور ناکامی کے عوامل کون سے ہیں اور مترجم کس حد تک اصل متن کی روح

اور اس کی تہذیبی وسعت کو قاری تک پہنچانے میں کامیاب ہوا ہے۔ مقالہ اس امر پر بھی روشنی ڈالتا ہے کہ ایک کامیاب ترجمے کے لیے ثقافتی اور ادبی حساسیت کس قدر ضروری ہے، تاکہ ادب کے ان پہلوؤں کو محفوظ رکھا جا سکے جو قاری کو جبران کی تخلیقی دنیا سے روشناس کراتے ہیں۔

"مضجع العروس" جبران خلیل جبران کی ایک گہری جذباتی اور فلسفیانہ کہانی ہے جو محبت، شرف، روایات، اور انسانی فطرت کے پیچیدہ تضادات پر روشنی ڈالتی ہے۔ کہانی کا آغاز ایک شادی کی خوشی سے ہوتا ہے، جہاں دلہن اور دولہا مذہبی رسومات کی تکمیل کے بعد اپنے نئے گھر کی جانب بڑھتے ہیں۔ یہ خوشیوں سے لبریز محفل، شراب، موسیقی، اور رقص سے بھرپور ہے، لیکن ان سب کے درمیان دلہن کی اندرونی تنہائی اور اداسی نمایاں ہے۔ دلہن، جو اپنے دل کے حقیقی جذبات کو چھپا نہیں سکتی، اپنی قریبی دوست سوسان کو اپنے محبوب سلیم کو بلانے کے لیے بھیجتی ہے۔ سوسان، اس محبت کی قاصد بن کر، سلیم کو پیغام پہنچاتی ہے، اور یوں دلہن اور سلیم کے درمیان ایک جذباتی ملاقات ہوتی ہے۔ دلہن اپنے دل کی گہرائیوں سے سلیم سے اپنے جذبات کا اظہار کرتی ہے، لیکن سلیم، اپنے شرف اور سماجی ذمہ داریوں کے بوجھ کے تحت، اس محبت کو ٹھکرانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ اس تردید سے دلہن کا غم اور غصہ شدت اختیار کر لیتا ہے، اور وہ انتہائی قدم اٹھا کر سلیم کو قتل کر دیتی ہے۔ موت کے دہانے پر، سلیم اپنی محبت اور قربانی کے فلسفے کو بیان کرتا ہے۔ دلہن بھی اپنے محبوب کے ساتھ مرنے کا انتخاب کرتی ہے اور خود کو ختم کر لیتی ہے۔ کہانی ایک گہرے جذباتی اور فلسفیانہ اختتام تک پہنچتی ہے، جہاں محبت اور موت ایک دوسرے میں ضم ہو جاتے ہیں۔ کہانی کے اختتام پر، ایک کٹّر مذہبی پیشوا دونوں کے انجام کو گناہ اور عذاب کا استعارہ قرار دیتا ہے، جبکہ سوسان ان کے عشق اور قربانی کی محافظ کے طور پر کھڑی ہوتی ہے۔ یہ کہانی محبت، روایات، اور انسانی فطرت کی گہرائیوں کو اجاگر کرتی ہے، اور قاری کو ایک جذباتی اور فکری تجربہ فراہم کرتی ہے، جہاں محبت اور شرف کے درمیان تنازع انسانی روح کی پیچیدگیوں کو عیاں کرتا ہے۔

یہ کہانی ایک ایسی دنیا میں ترتیب دی گئی ہے جو ثقافتی اور مذہبی اشاروں سے لبریز ہے۔ جبران کی زبان موسیقیت اور تخیلاتی تصویروں سے بھرپور ہے، جس کی ہر سطر مترجم کے لیے ایک چیلنج ہے کہ وہ اس کے روحانی اور سیاقی پہلوؤں کو صحیح طور پر منتقل کرے۔ جبران کی نثری تحریروں میں ایک نمایاں خصوصیت ان کی بلاغتی تصاویر ہیں، اور یہ کہانی بھی اس کا بہترین نمونہ ہے۔ جبران غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہیں کہ وہ الفاظ کے ذریعے اندرونی موسیقی کا ایسا امتزاج پیدا کریں جو تکرار، اوصاف کی تنوع، اور متضاد تصورات کے ملاپ سے ممکن ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال

> **"كانت العروس تتكلم وفي صوتها نغمة أعذب من همس الحياة وأَمَرُّ من عويل الموت وألطف من حفيف الأجنحة وأعمق من أنين الأمواج، نغمة تتموج نبضاتها بين اليأس والأمل، واللذة والألم، والفرح والشقاء، وكل ما في صدر الامرأة من الميول والعواطف"(٤)**

اس عبارت کو مترجم نے اس طرح منتقل کیا

> "دلہن باتیں کر رہی تھی اور اس کی آواز میں ایسا نغمہ پنہاں تھا جو زندگی کی سرگوشیوں سے زیادہ پر عذاب موت کی فریاد سے زیادہ دردناک اور موجوں کی طغیانی سے زیادہ گہرا تھا۔ یہ نغمہ اس کی نبض کو امید و یاس، لذت والم فرحت و غم کے مابین مرتعش کر رہا تھا" (۵)

ترجمہ کا موازنہ اصل عبارت سے کیا جائے تو ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ مترجم نے اس موسیقائی ہم آہنگی کو مکمل طور پر برقرار نہیں رکھا جو جبران کی اصل عبارت میں موجود ہے۔ جبران نے متضاد صفات کا استعمال کیا ہے، جیسے (أعذب) جو مٹھاس یا شیرینی کا اشارہ دیتی ہے، جبکہ (أَمَرُّ) تلخی کی شدت کو بیان کرتی ہے۔ لیکن مترجم نے عذوبت کو عذاب کے مفہوم میں لے لیا اور لفظ "پر عذاب" استعمال کیا، جو مترجم کی عربی زبان کے معانی کی گہرائی تک عدم رسائی کو ظاہر کرتا ہے۔

اسی طرح، مترجم نے عبارت کے کچھ اہم حصے حذف کر دیے۔ مثال کے طور پر، "وألطف من حفيف الأجنحة" کو مکمل طور پر چھوڑ دیا، جس کا اردو میں مطلب ہے: "اور پروں کی سرسراہٹ سے بھی زیادہ لطیف۔" مزید برآں، عبارت کے اختتام میں موجود جملہ "وكل ما في صدر الامرأة من الميول والعواطف" بھی ترجمہ میں شامل نہیں کیا گیا، جس کا اردو مفہوم ہوگا: "اور ہر وہ جذبہ اور احساس جو ایک عورت کے دل میں موجود ہوتا ہے"۔ یہ کمی نہ صرف اصل عبارت کی روح کو متاثر کرتی ہے بلکہ جبران کے فنی اسلوب کے گہرے معانی اور موسیقائی تاثر کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ مترجم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اصل عبارت کی ساخت، موسیقائی و صوتی اثرات، اور بلاغتی خوبصورتی کو برقرار رکھنے پر خصوصی توجہ دے تاکہ قارئین تک جبران کی تحریر کی اصل روح منتقل ہو سکے۔ خلیل جبران کے نثری فن میں بصری تفصیلات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان کی تحریریں قاری کے ذہن میں نہایت واضح اور متحرک تصویریں تخلیق کرتی ہیں، جنہیں وہ تشبیہات اور استعارات کے ذریعے مزید جاذبِ نظر بناتے ہیں۔ یہ خصوصیت جبران کی تمام نثری تخلیقات میں نمایاں ہے، اور زیرِ نظر کہانی میں بھی اس کا بھرپور مظاہرہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر:

" ثم قامت الصبايا يرقصن ويتمايلن بقامات تلاحق مقاطيع اللحن مثلما تتابع الأغصان اللينة مجاري هبوب النسيم، وتنثني طيات أثوابهن الناعمة كأنها سحب بيضاء يداعبها شعاع القمر، فشخصت إليهن الأبصار وسجدت لهن الرؤوس وعانقتهن أرواح الفتيان وتفطرت لجمالهن مرائر الشيوخ، ثم مال الجميع يستزيدون من الشراب ويغمرون أميالهم بالخمور، فنمت الحركة وعلت الأصوات وسادت الحرية وتوارت الرزانة وتضعضعت الأدمغة وتلهَّبَتِ النفوس واضطربت القلوب وأصبح ذلك المنزل بكل ما فيه كقيثارة مقطعة الأوتار في يد جِنِّيَّةٍ غير منظورة تضرب عليها بعنف وتولد منها أنغامًا جامعة بين التناسق والالتباس، فهنا فتى يبوحُ بسرائر حبه لفتاة أولاها الجمال تيهًا ودلالًا، وهناك شاب يستعد لمحادثة حسناء مستحضرًا إلى حافظته أعذب الألفاظ وأرق المعاني، وهنالك كهل يجرع الكأس وراء الكأس ويطلب بلجاجة إلى المنشدين إعادة أغنية ذكرته بأيام صبابته، في هذه القرنة امرأة تغامز بأطراف أجفانها رجلًا ينظر بمودة إلى سواها، وفي تلك الزاوية سيدة قد بَيَّضَ الشيب مفرَقها تنظر مبتسمة نحو الصبايا لتنتقي منهنَّ عروسة لوحيدها، وبجانب تلك النافذة زوجة قد اتحذت سُكْرَ حليلها فرصة فاقتربت من خليلها وجميعهم غارقون في بحر من الخمر والغزل مستسلمون إلى تيار الغِبطة والسرور متناسون حوادث الأمس منصرفون عن مآتي الغد منعكفون على استثمار دقائق الحاضر.كان يجري كل ذلك والعروس الجميلة تنظر بعينين كئيبتين إلى هذا المشهد مثلما ينظر الأسير اليائس إلى جدران سجنه السوداء. وتتلفت بين الآونة والأخرى نحو

زاوية من زوايا تلك القاعة حيث جلس فتى في العشرين من عمره منفردًا عن الناس المغبوطين انفراد الطائر الجريح عن سربه، مكبلًا زنديه على صدره كأنه يحول بهما بين قلبه والفرار محدقًا بشيء غير منظور في فضاء تلك القاعة كأن ذاته المعنوية قد انفصلت عن ذاته الحسية وسبحت في الخلاء متبعة أشباح الدجى."(٦)

یہ اقتباس ایک متحرک منظر پیش کرتا ہے، جو بظاہر خوشی اور مسرت کے اظہار سے لبریز ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میں ایک گہری اداسی کا عنصر بھی چھپا ہوا ہے۔ جبران اس منظر کو متضاد احساسات کے امتزاج سے بیان کرتے ہیں، جہاں ایک طرف لڑکیاں نسیم کے جھونکوں میں جھومتے درختوں کی شاخوں کی طرح رقص کر رہی ہیں، اور دوسری طرف دلہن کی تنہائی اور اداسی کسی اسیر کی مایوسی کے مانند ہے۔ اسی طرح، ایک نوجوان کی تنہائی کو زخمی پرندے کے اپنے جھنڈ سے الگ ہونے کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ جبران ان متضاد جذبات کو شاعرانہ تشبیہات اور علامتی تصویروں کے ذریعے اجاگر کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ ایک طرف محفل کے شرکاء کے سطحی خوشی اور سرور کو نمایاں کرتے ہیں، اور دوسری طرف ان میں چھپی ہوئی گہری بے چینی اور المیے کو عیاں کرتے ہیں۔ یہ متضاد جذبات زبان کے اندرونی موسیقی میں جھلکتے ہیں، جو ایک طرف حسّی متحرکات کو بیان کرتے ہیں، اور دوسری طرف جذباتی اضطراب کو۔ اس طرح، جبران کا بیان ایک ایسا منظر تخلیق کرتا ہے جو زندگی کی حقیقتوں اور انسانی ڈرامے سے بھرپور ہے۔ جب ہم اس منظر کو مترجم کے الفاظ میں دیکھتے ہیں:

"اس کے بعد ناچنے والیاں اٹھیں اور اپنے رقص وغنا سے اہل محفل کو مست کرنے لگیں۔ ان کے لچک دار جسم اس طرح حرکت کر رہے تھے۔ جس طرح نسیم کے جھونکوں سے اشجار کی نرم شاخیں جھومتی ہیں۔ ان کے لباس اس طرح اڑ رہے تھے۔ جس طرح سفید بادل چاند کی شعاعوں سے کھیل رہا ہو یہ نکھیں ان کو گھور رہی تھیں، پیشانیاں ان کو سجدے کر رہی تھی ہی تھیں۔ نوجوانوں کی روحیں ان سے معانقہ کر رہی تھیں۔ اور بڈھے ان کے حسن و جمال سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ شراب کے دور میں اضافہ ہو گیا۔ اور مہمان اپنی آرزوؤں کو شراب میں غرق کرنے لگے جس و حرکت بڑھ گئی۔ آوازیں بلند ہو گئیں آزادی فزوں تر ہو گئی۔ دماغ معطل ہونے لگے۔ نفوس میں گرمی پیدا ہو گئی۔ دل مضطرب ہو گئے اور گھر کا گھر نار شکستہ رباب کی طرح ہو گیا۔ جسے کسی دیوانے کے ہاتھ میں دیدیا ہو اور وہ زور زور سے مضراب مار کر اس سے نتھے پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ یہاں ایک نوجوان ہے۔ جو اپنی محبوبہ کی محبت میں سرشار بیٹھا ہے۔ وہاں ایک نو عمر حسن و عشق کی داستان بیان کر رہا ہے۔ ایک طرف ایک بڈھا جام پر جام لنڈھا کر گانے والوں سے ایسی غزل کی فرمائش کر رہا ہے جس سے اس کے ایام جوانی کی یاد تازہ ہو جائے۔ اس چھجے میں ایک عورت بیٹھی اس شخص غمزے دکھا رہی ہے۔ جو اس کی طرف محبت کی نظروں سے گھور رہا ہے۔ اس کونے میں ایک خاتون بیٹھی ہے جس کے سر کے بال سپید ہو رہے ہیں۔ وہ مہمان لڑکیوں میں سے اپنے لڑکے کے لئے کسی دلہن کا انتخاب کر رہی ہے۔ اس کھڑکی کے پاس ایک شادی شدہ عورت بیٹی ہے۔ جسے خاوند کے نشہ شراب نے فرصت دیدی ہے کہ اپنے آشنا سے بات چیت کرلے۔ غرض سارے کے سارے شراب و غزل کے سمندر میں غرق

تھے۔ اور سرور و نشاط کے عالم عالم میں دنیا و مافیہا سے غافل، غم دیروز و فکر فردا سے بے نیاز، موجودہ پیچیوں میں گم تھے۔ یہ سلسلہ جاری تھا۔ اور حسین ولا تھا۔ اور حسین دلہن اس نظارہ کو اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اس طرح دیکھ رہی تھی، جس طرح مایوس قیدی، قید خانے کی سیاہ دیواروں پر نظر ڈالتا ہے۔ اس کی نگاہیں بار بار ہال کے ایک گوشے پر پڑ رہی تھیں جس میں ایک بیس سالہ نوجوان مسرور حاضرین سے اس طرح علیحدہ بیٹھا تھا۔ جیسے مجروح پرندہ اپنے غول سے جدا ہو گیا ہو۔ اس نے اپنا ہاتھ سینے پر اس طرح رکھا ہوا تھا۔ گویا اس کا دل باہر نکلا چاہتا ہے۔ اور اسے اس ہال کی فضا کسی ناپسندیدہ چیز سے گھری ہوئی نظر آتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی روح جسم سے علیحدہ ہو چکی ہے۔ اور تاریکیوں کی وسعت میں پرواز کر رہی ہے۔" (۷)

مترجم نے بعض مقامات پر متن کو عمدگی سے پیش کیا، لیکن کئی جگہوں پر اصل عبارت کی جذباتی گہرائی اور بصری اثر کو کمزور کر دیا۔ مثال کے طور پر: مترجم نے "اہل محفل کو مست کرنے لگیں" کا اضافہ کیا، جو اصل متن میں موجود نہیں تھا۔ یہ اضافی جملہ غیر ضروری ہے اور جبران کے متن کی شاعرانہ لطافت کو کمزور کرتا ہے۔ "لچکدار جسم" جیسے الفاظ کا اضافہ بھی مترجم کی طرف سے کیا گیا ہے، جو جبران کی عبارت کی اصل روح کو نہیں جھلکاتا۔ "أنغاما جامعة بين التناسق والالتباس" کو مختصر کر کے "نغمے" کے طور پر پیش کرنا، متن کی پیچیدگی اور شاعرانہ آہنگ کو متاثر کرتا ہے۔ اس کے باوجود، مترجم نے بعض جگہوں پر جبران کے جملے " **وجميعهم غارقون في بحر من الخمر والغزل مستسلمون إلى تيار الغِبطة والسرور متناسون حوادث الأمس منصرفون عن مآتي الغد منعكفون على استثمار دقائق الحاضر** "کو ایسی خوبصورتی سے منتقل کیا کہ "غرض سارے کے سارے شراب و غزل کے سمندر میں غرق تھے۔ اور سرور و نشاط کے عالم میں دنیا و مافیہا سے غافل، غم دیروز و فکر فردا سے بے نیاز، موجودہ دلچسپیوں میں گم تھے۔" یہ جملے مترجم کی تخلیقی صلاحیت کو ظاہر کرتے ہیں اور محفل کی کیفیت کو عمدہ طور پر پیش کرتے ہیں۔

دوسری طرف، مترجم نے "**رجل ينظر بمودة إلى سواها**" (جو کسی اور عورت کو محبت سے دیکھنے کے بارے میں ہے) کو "**جو اس کی طرف محبت کی نظروں سے گھور رہا ہے**" کے طور پر پیش کیا، جو اصل متن کے معنی کو بدل دیتا ہے۔ اسی طرح، "عينين كئيبتين" (غمزدہ آنکھیں) کو "بڑی آنکھیں" کے طور پر ترجمہ کرنا بھی متن کی جذباتی تاثیر کو کمزور کر دیتا ہے۔ جبران ان چند نمایاں ادباء میں سے ہیں جو "الرابطة القلمية" (۸) (قلمی انجمن) کے تحت ادب کی ایک نئی جہت کو فروغ دینے میں پیش پیش رہے۔ انہوں نے عربی اسلامی ادب کو اہل کتاب کی مذہبی اصطلاحات اور رموز سے مالامال کیا، خاص طور پر اُس وقت جب تورات اور انجیل کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔ (۹) ان کی تحریریں ان اصطلاحات کی معنوی گہرائی اور زمانی قدامت کی ایک منفرد جھلک پیش کرتی ہیں۔ قاری ان کے ادب میں ان علامتوں کے کثرتِ استعمال اور ان کی غیر معمولی برجستگی کو بخوبی محسوس کرتا ہے۔ جبران کے ہاں بائبل کی زبان کی فصاحت و بلاغت کی تقلید کا نہ صرف گہرا اثر دکھائی دیتا ہے بلکہ اس میں ان کی والہانہ شیفتگی بھی جھلکتی ہے۔ (۱۰)

خلیل جبران کے نثری تخلیق میں ثقافتی اشاروں کا پہلو انتہائی اہمیت کا حامل ہے، جو ان کے وطن لبنان کی عکاسی کرتا ہے۔ لبنان ایک عرب ملک ہے جہاں مسیحی اکثریت آباد ہے، اور جبران خود بھی مسیحی تھے، جس کی جھلک ان کی تحریروں میں واضح طور پر نظر آتی ہے۔ زیرِ نظر کہانی "مضجع العروس" میں بھی ان کے مسیحی مذہبی اور ثقافتی پس منظر کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس کی ایک مثال درج ذیل اقتباس میں دیکھی جا سکتی ہے

"خرج العريس والعروس من الهيكل يتبعهما المهنئون الفارحون وتتقدمهما الشموع والمصابيح، ويسير حولهما الفتيان المترنّمون بالأهازيج والصبايا المنشدات أغاني السرور"(۱۱)

یہاں جبران نے مشرقی مسیحی رسوم کو نمایاں کیا ہے، جہاں "الہیکل"، شمعیں اور فانوس مذہبی اور مقدس علامتوں کے طور پر پیش کیے گئے ہیں۔ مترجم نے اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا:

"دولھا اور دولہن معبد سے نکلے ان کے پیچھے پیچھے مسرور شادان تہنیت گزار تھے۔ اور آگے آگے شمعیں اور فانوس۔" (۱۲)

اصل متن میں "الہیکل" ایک مخصوص مسیحی اصطلاح ہے، جو کلیسا کے اس حصے کو بیان کرتی ہے جو قربان گاہ کے قریب ہوتا ہے۔ یہ انگریزی میں "Chancel" کہلاتا ہے، اور اوکسفورڈ انگلش اردو لغت کے مطابق اس کا مطلب ہے: "گرجا کا وہ حصّہ جو قربان گاہ کے قریب ہوتا ہے اور پادری، طائفے وغیرہ کے لیے مخصوص، عموماً پردے کے پیچھے یا سیڑھیوں کے ذریعے الگ کیا ہوا۔" (۱۳) مترجم نے اس مخصوص اصطلاح کو "معبد" کے عام لفظ سے بدل دیا، جو کسی بھی عبادت گاہ کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہ ترجمہ اصل متن کی مذہبی اور ثقافتی خصوصیت کو کمزور کر دیتا ہے۔ بہتر ہوتا کہ مترجم اس اصطلاح کی وضاحت کرتا، تاکہ اس کے مسیحی تناظر کو قارئین کے لیے واضح کیا جا سکے۔ مزید برآں، جبران کے متن میں مسیحی رسوم اور طقوس کے حوالے سے مزید اشارات بھی موجود ہیں، جیسا کہ درج ذیل اقتباس میں

"وتركت الزهور التي ضفرها الكاهن إكليلًا، وتركت الشرائع التي حبكتها التقاليد قيودًا، قد تركت كل شيء في هذا المنزل المملوء بالسُّكْرِ والخلاعة و أتيت لأتبعك إلى أرض بعيدة، إلى أقاصي العالم، إلى مكامن الجن، إلى قبضة الموت" (۱۴)

یہ عبارت مسیحی شادی کی رسومات میں "الإكليل" (پھولوں کا تاج) اور "الكاهن" (پادری) کی اہمیت کو نمایاں کرتی ہے۔ "الإكليل" مسیحی شادی کی ایک علامت ہے، جو دلہن اور دولہا کے سروں پر رکھا جاتا ہے، اور اسے برکتِ الٰہی اور زوجین کے مقدس اتحاد کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ مترجم نے اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا

"میں نے اس شخص کو جسے میں نے جھوٹ موٹ کا شوہر بنایا۔ ان پھولوں کو جو کاہن نے مجھے پیش کیے۔ اس شریعت کو جسے میں نے رواج کی قیود سے مجبور ہو کر قبول کیا۔ اور تمام دیگر اشیا کو اسی مکان میں چھوڑ دیا ہے جو شرابیوں سے پر ہے۔" (۱۵)

مترجم نے "اِکلیل" کو محض "پھول" کے طور پر بیان کیا، جو اس کے اصل سیاق اور مذہبی علامتی اہمیت کو ظاہر کرنے سے قاصر ہے۔ "اِکلیل" کا مطلب صرف پھول نہیں بلکہ ایک مقدس تاج ہے، جو مسیحی شادی کی تقریبات کا ایک لازمی حصہ ہے (۱۶)۔ مترجم نے اس علامت کو قاری کے لیے واضح نہیں کیا، جس سے عبارت کی تہذیبی گہرائی متاثر ہوئی۔ جبران کے نثری ادب میں توراتی علامتوں کا استعمال ایک گہری تاریخی جہت فراہم کرتا ہے۔ ان علامتوں کی مدد سے وہ اپنی تحریر میں نہ صرف مذہبی بلکہ تہذیبی گہرائی بھی پیدا کرتے ہیں۔ زیرِ نظر کہانی میں جبران نے توراتی حوالوں کو ایک خاص انداز میں پیش کیا ہے، جیسا کہ درج ذیل اقتباس میں نظر آتا ہے

"لتبقَ جثة ابن سادوم وجثة ابنة عمورة مطروحتين على هذا التراب الدنس المجبول بدمائهما حتى تتقاسم لحمانهما الكلاب وتذري عظامهما الرياح. اذهبوا إلى مساكنكم أيها الناس واهربوا من الرائحة المنتنة المتصاعدة من داخل قلبين جبلتهما الخطيئة وسحقتهما الرذيلة، تفرقوا أيها الواقفون بقرب هاتين الجيفتين، وانصرفوا مُسْرِعِينَ قبل أن تلسعكم ألسنة النار الجهنمية ومن يبقَ منكم ههنا يكن محرومًا ومرذولا فلا يدخل الهيكل الذي يركع فيه المؤمنون ولا يشترك بالصلاة التي يقدمها المسيحيون!" (۱۷)

اس اقتباس میں جبران نے "سادوم اور عمورۃ" کے توراتی حوالوں کو استعمال کیا ہے، جو مسیحی عقائد کے مطابق ایسی بستیاں تھیں جنہیں ان کے رہائشیوں کی بداعمالیوں اور گناہوں کی وجہ سے اللہ نے تباہ کر دیا۔(۱۸) یہ علامتیں نہایت طاقتور ہیں اور انسانی گناہ اور الٰہی سزا کے تصور کو واضح کرتی ہیں۔ جبران نے ان شہروں کا ذکر کر کے کہانی کو نہ صرف تاریخی بلکہ ایک مذہبی تناظر میں بھی وسعت دی ہے۔ یہ حوالہ کہانی کے اخلاقی اور سماجی پیغام کو تقویت دیتا ہے، کیونکہ یہ انسانی گناہوں کے نتیجے میں آنے والی تباہی اور روحانی زوال کی یاد دہانی کراتا ہے۔ تاہم، جب ہم اس عبارت کے اردو ترجمے کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مترجم نے نہ صرف اس اقتباس کو مکمل طور پر نظر انداز کیا بلکہ کہانی کے آخری دو صفحات کو بھی ترجمے میں شامل نہیں کیا۔ یہ کمی نہایت اہم ہے، کیونکہ اس سے نہ صرف کہانی کی معنوی گہرائی متاثر ہوتی ہے بلکہ قاری اس کے مذہبی اور تاریخی تناظر سے بھی محروم رہ جاتا ہے۔ یہ ترجمہ اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ مترجم کے لیے ضروری ہے کہ وہ متن کے ہر حصے کو مکمل طور پر منتقل کرے، خاص طور پر وہ حصے جو تہذیبی، تاریخی، اور مذہبی اہمیت کے حامل ہوں۔ ایسی علامتوں اور حوالوں کو نظر انداز کرنے سے نہ صرف کہانی کی ساخت متاثر ہوتی ہے بلکہ مصنف کے اصل پیغام تک رسائی بھی محدود ہو جاتی ہے۔ ایک کامیاب ترجمہ وہی ہو گا جو نہ صرف متن کی تہذیبی گہرائی کو محفوظ رکھے بلکہ قاری کو اس کی معنوی وسعت کا مکمل ادراک بھی فراہم کرے۔

جبران خلیل جبران کے نثری فن کا جائزہ اور اس کے اردو ترجمے کے مطالعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جبران کی تحریریں گہری تہذیبی، مذہبی، اور جذباتی بصیرت کی عکاس ہیں۔ ان کے متن میں الفاظ کی موسیقیت، تشبیہات کی لطافت، اور ثقافتی علامتوں کی گہرائی نہ صرف قاری کو متوجہ کرتی ہے بلکہ اسے ایک ایسی دنیا میں لے جاتی ہے جہاں الفاظ تصورات سے ماورا ہوتے ہیں۔ تاہم، مترجم کے لیے یہ ایک مشکل چیلنج ثابت ہوتا ہے، کیونکہ جبران کے متن کی بلاغت، تہذیبی حساسیت، اور مذہبی حوالوں کو درست طور پر منتقل کرنا محض زبان کی مہارت سے زیادہ کی متقاضی ہے۔ یہ جائزہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ مترجم کی جانب سے متن کے بعض حصوں کو حذف کرنا یا مذہبی اور ثقافتی علامتوں کی وضاحت میں ناکامی نہ صرف ترجمے کی معنوی گہرائی کو متاثر کرتی ہے بلکہ قاری کو اصل متن کے پیغام اور تہذیبی پس منظر سے بھی محروم کر دیتی ہے۔ جبران کی تخلیقات کو کامیابی سے اردو میں منتقل کرنے کے لیے مترجم کو نہ صرف زبان و بیان پر عبور ہونا چاہیے بلکہ ثقافتی اور تاریخی حساسیت کا بھی ادراک ہونا ضروری ہے۔ اس تجزیہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جبران کے نثری فن کی روح کو ترجمے کے ذریعے قاری تک پہنچانے کے لیے مترجم کو اصل متن کے ثقافتی اور علامتی حوالوں کو سمجھنے اور ان کی گہرائی کو برقرار رکھنے پر توجہ دینی ہو گی۔ صرف اسی صورت میں جبران کی تحریریں اردو قارئین کو وہی تجربہ فراہم کر سکتی ہیں جو عربی قارئین کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ عمل نہ صرف ترجمے کو بہتر بنائے گا بلکہ جبران کی ادبی عظمت کو بین الثقافتی سطح پر مزید اجاگر کرے گا۔

حوالہ جات

1- Peter Newmark, Quote, Jermy Munday, Introducing Translation Studies P-70 routdge U.K 2012

۲۔ خالد محمود خان "فن ترجمہ نگاری: نظریات، لاہور: بیکن بکس ۲۰۱۴، ص:۹۲

۳۔ محمود شریح "**القصة العربية القصيرة**" مشمولہ: "أعلام الأدب العربي المعاصر: سير وسير ذاتية" (پہلی جلد) ترتیب: الأب روبرت كاميل اليسوعي (بیروت: مركز الدراسات للعالم العربي المعاصر، جامعة القديس يوسف) ص:۶۳

۴۔ جبران خلیل جبران "**الأرواح المتمردة**" (القاهرة: مؤسسة هنداوي، ۲۰۱۴، ص:۳۳

۵۔ جبران خلیل جبران "سرکش روحیں" ترجمہ: ابوالعلا چشتی، لاہور، مکتبہ ءاردو، ص:۹۱، ۹۲

۶۔ جبران۔ الأرواح المتمردة، ص:۳۱، ۳۲

۷۔ جبران-سرکش روحیں، ص:۸۶، ۸۷

۸۔ **(الرابطة القلمية)** ایک ادبی تنظیم تھی جو شامی اور لبنانی مہاجر ادباء نے ۱۹۲۰ میں نیویارک، امریکہ میں قائم کی۔ اس کی ابتدا ۱۹۱۶ میں ہوئی، لیکن باضابطہ طور پر اسے ۲۰ اپریل ۱۹۲۰ کو عبدالمسیح حداد کے گھر میں منعقدہ ایک اجلاس میں تشکیل دیا گیا۔ دوسرے اجلاس میں، جو جبران خلیل جبران کے گھر میں ہوا، تنظیم کا دستور منظور کیا گیا اور جبران کو اس کا سربراہ منتخب کیا گیا۔ اہم اراکین میں جبران، نسیب عریضہ، میخائل نعیمہ، ایلیا ابوماضی، اور دیگر شامل تھے۔ یہ تنظیم عربی زبان وادب کی ترقی کے لیے وقف تھی۔ جبران کی وفات کے بعد ۱۹۳۲ میں یہ تنظیم ختم ہوگئی۔

۹۔ جورجي زيدان-اللغة العربية كائن حي (بیروت: دار الجيل للطباعة والنشر والتوزيع، الطبعة الثانية ۱۹۸۸) ص:۶۳

۱۰۔ سعد علي جعفر-النثر الشعري عند جبران خليل جبران، ص:۸

۱۱۔ جبران۔ الأرواح المتمردة، ص:۳۱

۱۲۔ جبران-سرکش روحیں، ص:۸۵

۱۳۔ شان الحق حقی۔ اوکسفرد انگلش اردو ڈکشنری (کراچی: اوکسفرد یونیورسٹی پریس۔ بارہویں طباعت ۲۰۲۰) ص:۲۳۲

۱۴۔ جبران۔ الأرواح المتمردة، ص:۳۳

۱۵۔ جبران-سرکش روحیں، ص:۹۰، ۹۱

16. https://www.orthodoxonline.org/theology/faith-and-theology/the-holy-sacraments/the-marriage/the-wreath /

۱۷۔ جبران۔ الأرواح المتمردة، ص:۳۷

References in Roman Script:

1. Peter Newmark, Quote, Jermy Munday, Introducing Translation Studies, p. 70, Routledge, UK, 2012
2. Khalid Mehmood Khan, Fun-e-Tarjuma Nigari: Nazariyat, Lahore: Beacon Books, 2014, P: 92
3. Mehmood Shuraih, Al-Qissa Al-Arabiya Al-Qaseera, mashmoola: A'lam al-Adab al-Arabi al-Mu'asir: Seer o Siyar Zatiya (pehli jild), tarteeb: Al-Ab Robert Kamil Al-Yasoo'i, Beirut: Markaz al-Dirasat lil-Aalam al-Arabi al-Mu'asir, Jami'at al-Qiddis Yousuf, P: 63
4. Jubran Khalil Jubran, Al-Arwah al-Mutamarridah, Qahira: Muassasat Hindawi, 2014, P: 33
5. Jubran Khalil Jubran, Sarkash Roohen, tarjuma: Abu Al-Ala Chishti, Lahore: Maktaba-e-Urdu, P: 91, 92
6. Jubran, Al-Arwah al-Mutamarridah, safha: 31, 32
7. Jubran, Sarkash Roohen, P: 86, 87
8. Al-Rabitah Al-Qalamiyah aik adabi tanzeem thi jo Shaami aur Lubnani muhajir adaba ne 1920 mein New York, America mein qaim ki. Is ki ibtida 1916 mein hui, lekin ba-zaabtah tor par ise 20 April 1920 ko Abdul Maseeh Haddad ke ghar mein munaqid ek ijlaas mein tashkeel diya gaya. Dosre ijlaas mein, jo Jubran Khalil Jubran ke ghar mein hua, tanzeem ka dastoor manzoor kiya gaya aur Jubran ko iska sarbarah muntakhib kiya gaya. Ahem arakeen mein Jubran, Naseeb Areedah, Mikhail Naeema, Ilyas Abu Maadi aur dosray shamil thay. Ye tanzeem Arabi zaban o adab ki taraqqi ke liye waqf thi. Jubran ki wafat ke baad 1932 mein ye tanzeem khatam ho gayi.
9. Jurji Zaydan, Al-Lughah al-Arabiyah Kain Hayy, Beirut: Dar al-Jeel li al-Tibaa wa al-Nashr wa al-Tawzee', doosri tabaat 1988, P: 63
10. Saad Ali Jafar, Al-Nasr al-Shi'ri 'ind Jubran Khalil Jubran, P: 8
11. Jubran, Al-Arwah al-Mutamarridah, P: 31
12. Jubran, Sarkash Roohen, P: 85
13. Shan-ul-Haq Haqqi, Oxford English-Urdu Dictionary, Karachi: Oxford University Press, baarhwin tabaat 2020, P: 232
14. Jubran, Al-Arwah al-Mutamarridah, P: 33
15. Jubran, Sarkash Roohen, P: 90, 91
16. https://www.orthodoxonline.org/theology/faith-and-theology/the-holy-sacraments/the-marriage/the-wreath/
17. Jubran, Al-Arwah al-Mutamarridah, P: 37